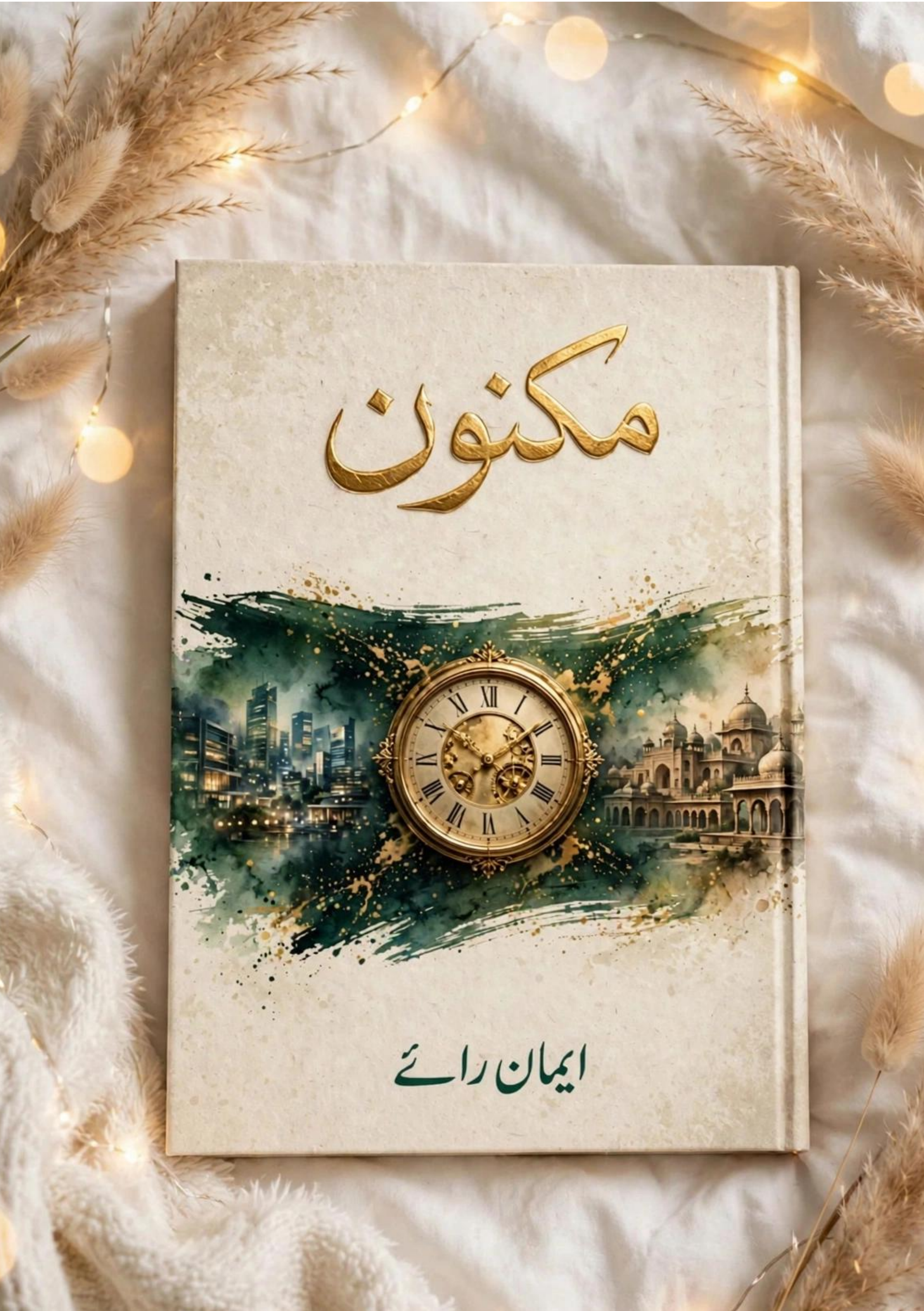
مکنون
ایمان رائے

♡

ناول انتظار کرلے گا، یہیں رہے گا؛ مگر نماز کا وقت گزر جائے گا، پہلے نماز پڑھ لیجیے۔

(This page is Inspired by the late Ishtiaq Ahmed
May Allah bless his soul)

انتساب

ان سب کے نام۔۔۔

جو کبھی خود کو دوسروں سے کم سمجھ بیٹھے۔۔۔

جو دوسروں کی نظر میں اپنی قدر ڈھونڈتے ڈھونڈتے
اپنی ہی نظر میں چھوٹے ہو گئے۔

یہ کہانی اُن سب کے نام۔۔۔

جنہیں ایک دن خود کو پہچاننا تھا۔

پیشِ نظر

مکنون۔۔ وہ جو ظاہر کی نگاہوں سے اوجھل ہو، مگر اپنے اندر ایک پوری حقیقت، ایک راز اور ایک ان کہی داستان چھپائے ہوئے ہو۔

مکنون صرف محبت، محل اور سازش کی داستان نہیں، بلکہ تقدیر، ایمان، غربت، انسان کے انتخاب اور اس سوال کی کہانی ہے کہ اگر انسان خود کو بد قسمت سمجھتا رہے تو کیا وہ واقعی بد قسمت ہے، یا شاید اسے صرف اُس جگہ سے نکالا جا رہا ہے جہاں اس کی قدر نہیں تھی تاکہ اسے اُس مقام تک پہنچایا جا سکے جہاں اس کی اصل پہچان اس کی منتظر ہو۔

کبھی کبھی زندگی ہمیں وہاں نہیں لے جاتی جہاں ہم جانا چاہتے ہیں۔۔ وہ ہمیں وہاں لے جاتی ہے جہاں ہمیں اپنے آپ سے ملنا ہوتا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہی لوگ اپنی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ شاید ہم دوسروں سے کم ہیں۔ شاید ہم میں کوئی ایسی کمی ہے جس کی وجہ سے ہمیں وہ محبت نہیں ملی جس کے ہم خواہش مند تھے۔ شاید ہماری قسمت ہی خراب ہے۔ شاید خوشیاں دوسروں کے حصے میں لکھی جاتی ہیں اور ہمارے حصے میں صرف انتظار، محرومیاں اور ادھورے خواب آتے ہیں۔

مگر کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ یا کبھی کبھی مسئلہ ہماری قدر کا نہیں۔۔ ہماری جگہ کا ہوتا ہے۔

کبھی ایک انسان برسوں ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہے جو اس کی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اس کی خامیاں گنتے رہتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ وہی ماننے لگتا ہے جو دنیا اسے بتاتی ہے۔ اپنے خواب چھوٹے کر لیتا ہے، اپنی خواہشوں کو خاموش کر دیتا ہے، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ خود کو بھی اسی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے دنیا اسے دیکھتی رہی۔

مکنون اسی سفر کی ایک جھلک ہے۔۔ ایک ایسے سفر کی، جہاں کچھ راستے انسان خود چنتا ہے، اور کچھ راستے تقدیر اس کے سامنے لا کھڑے کرتی ہے۔ جہاں محبت ہے، مگر محبت کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ کیا کسی کو چاہنے کے لیے خود کو کھو دینا ضروری ہے؟

جہاں اعتماد ہے، مگر ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ہر قریب آنے والا مخلص نہیں ہوتا۔

جہاں انسانوں کے درمیان بننے والے رشتے کبھی سہارا بن جاتے ہیں اور کبھی وہی رشتے آزمائش کا سب سے مشکل مرحلہ بن جاتے ہیں۔

یہ کہانی شاید تمہیں یہ بھی سوچنے پر مجبور کرے کہ کسی پر بھروسا کرنا اور کسی پر اندھا بھروسا کرنا ایک بات نہیں۔

جو شخص واقعی تمہارا ساتھ نبھانا چاہتا ہو، وہ حالات بدلنے پر تمہیں نہیں چھوڑتا۔ وہ فاصلے دیکھ کر راستہ بدلنے کے بجائے راستہ تلاش کرتا ہے۔

شاید ایک دن اسے تم تک پہنچنے کے لیے صرف ایک شہر نہیں۔۔ ایک پوری دنیا پار کرنی پڑے۔ مگر وہ پھر بھی آئے گا۔

اس کہانی میں کچھ ایسے لمحے بھی ہیں جہاں شاید تم رک کر سوچو دنیا کتنی ہی بدل جائے، زمانہ کتنا ہی محفوظ کیوں نہ دکھائی دے، اپنے بچوں کے معاملے میں ایک لمحے کی غفلت کبھی کبھی ایسی قیمت مانگ سکتی ہے جسے پوری زندگی بھی واپس نہیں کر سکتی۔

اور پھر اس سب کے درمیان ایک اور حقیقت ہے، شاید سب سے بڑی حقیقت۔اللہ پر یقین۔

کیونکہ انسان جب اپنے سارے راستے بند دیکھتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر انتظار کرتا ہے۔اور کبھی کبھی انتظار اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ شاید اس کی دعا سنی ہی نہیں گئی۔

مگر کیا ہر تاخیر کا مطلب یہی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوئی؟ کیا ہر بند دروازہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے راستہ ختم کر دیا؟

یا شاید۔۔اللہ اس کے لیے ایسا راستہ بنا رہا ہوتا ہے جسے انسان اپنی محدود نگاہ سے دیکھ ہی نہیں سکتا؟

کبھی راستہ فوراً نہیں کھلتا۔ کبھی دعا کے بعد حالات پہلے سے زیادہ مشکل محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کبھی انسان جس چیز کو اپنی خوشی سمجھ کر مانگتا ہے، وہی اس کے لیے درست نہیں ہوتی۔اور کبھی اللہ انسان کو وہ نہیں دیتا جس کے لیے وہ رو رہا ہوتا ہے۔۔۔کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ اسے آخر کار کس مقام تک پہنچانا ہے۔انسان صرف مانگتا ہے۔۔اللہ انجام جانتا ہے۔

یہ کہانی تمہیں کچھ ایسے سوال بھی دے گی جن کے جواب شاید تمہیں خود تلاش کرنے ہوں گے۔

ممکن ہے اس کے کسی کردار میں تمہیں اپنا ایک حصہ دکھائی دے۔ ممکن ہے کسی منظر میں تمہیں اپنی کوئی پرانی تکلیف یاد آ جائے۔

ممکن ہے کسی کردار کا فیصلہ تمہیں اپنے کسی فیصلے کی یاد دلا دے۔۔اور ممکن ہے کسی موڑ پر تمہیں یہ احساس ہو کہ جس چیز کو تم اپنی زندگی کا اختتام سمجھ رہے تھے۔۔وہ شاید کسی اور زندگی کی ابتدا تھی۔

اور شاید زندگی کا سب سے خوبصورت راز یہی ہے کہ جب انسان اپنی قدر پہچاننے والی جگہ تک پہنچتا ہے۔۔۔تو اسے پہلی بار سمجھ آتا ہے کہ جسے وہ اپنی بدقسمتی سمجھتا رہا، وہ دراصل اسے اُس مقام تک لے جانے والا راستہ تھا جہاں اس کی اصل پہچان، اس کی اصل خوشی اور اس کی اصل کہانی اس کی منتظر تھی۔

شاید اسی لیے کچھ کہانیاں مکنون رہتی ہیں۔۔۔تاکہ وقت آنے پر تقدیر خود انہیں آشکار کرے۔

(یہ ناول میری ذاتی تخلیق ہے۔اسے لکھتے ہوئے کسی مصنف، کتاب یا تحریر کی نقل نہیں کی گئی۔براہِ کرم اس ناول کے کسی بھی حصے کو میری اجازت کے بغیر کاپی، پیسٹ، دوبارہ شائع، یا اپنے نام سے منسوب نہ کریں۔)

قسط نمبر

01

سترہویں صدی

برصغیر کی ایک خودمختار سلطنت

افق پر سورج آہستہ آہستہ طلوع ہو رہا تھا۔ سنہری کرنیں گھنے جنگل کے بلند و بالا درختوں کے درمیان سے چھن کر زمین پر بکھر رہی تھیں۔ شبنم سے بھیگی گھاس موتیوں کی مانند چمک رہی تھی جبکہ پرندے اپنی مدھم چہچہاہٹ سے صبح کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔

مگر اس پرسکون صبح سے بے خبر ایک لڑکی جنگل کی خاموش فضا کو چیرتی ہوئی بھاگی جا رہی تھی۔۔۔

کانٹوں سے الجھتے قدم، بے ترتیب سانسیں اور ماتھے پر بہتا پسینہ گواہی دے رہے تھے۔۔۔ کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے دوڑ رہی ہے۔۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے پرانے کپڑے تھے۔۔۔ ننگے پاؤں پتھروں اور کانٹوں پر پڑ رہے تھے، مگر اسے اپنے زخموں کا احساس تک نہ تھا۔۔۔ اس کے بکھرے ہوئے بال چہرے پر چپکے ہوئے تھے جبکہ سانس بری طرح پھول چکا تھا۔۔۔

وہ ہر چند قدم بعد گھبرا کر پیچھے مڑتی۔۔۔ اس کی آنکھوں میں ایسا خوف تھا جیسے موت اس کے تعاقب میں ہو۔ پھر وہ پوری طاقت سے آگے کی طرف دوڑ پڑتی۔ اس کے ہونٹ مسلسل کانپ رہے تھے۔

"یا اللہ۔۔۔ مجھے بچا لینا۔۔۔"

اس کی آواز بمشکل سرگوشی سے بلند ہوئی۔۔ اسی لمحے۔۔۔ ہوا کے دوش پر ایک نہایت سریلی اور پرسوز آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی

"رحمت دادر یا الٰہی۔۔۔ ہر دم وگدا تیرا۔۔۔"

لڑکی اچانک رک گئی۔ اس نے چونک کر ارد گرد دیکھا۔ جنگل میں کوئی دکھائی نہ دیا۔ آواز دوبارہ گونجی۔

"رحمت دادر یا الٰہی۔۔۔ ہر دم وگدا تیرا۔۔۔"

اس نے نظریں بلند کیں۔۔ جنگل سے متصل ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر کسی کا دھندلا سا وجود دکھائی دیا۔۔ دل میں امید کی ایک ننھی سی شمع روشن ہوئی۔۔

شاید۔۔۔ شاید کوئی اس کی مدد کر دے۔۔

اپنے تھکے ہوئے قدموں کو ایک بار پھر طاقت دیتے ہوئے وہ پوری رفتار سے پہاڑی کی طرف دوڑ پڑی۔

پہاڑ کی بلند چوٹی پر ایک لمبا قامت نوجوان پشت کیے کھڑا تھا۔ صبح کی نرم ہوا اس کے سیاہ بالوں سے کھیل رہی تھی۔اس کا رخ طلوع ہوتے سورج کی جانب تھا۔ وہ نہایت سوز سے گنگنا رہا تھا۔

"جے اک قطرہ بخشے مینوں۔۔۔تے کم بن جاندا میرا۔۔۔"

اس کی آواز میں ایسی کیفیت تھی کہ جنگل کی فضا بھی جیسے ساکت ہو گئی تھی۔۔ابھی اس کے لبوں سے آخری لفظ مکمل بھی نہ نکلا تھا کہ۔۔۔

"بچا لیجیے۔۔۔!"

ایک لرزتی ہوئی آواز اس کے پیچھے گونجی۔۔نوجوان خاموشی سے مڑا۔ چند قدم کے فاصلے پر لڑکی کھڑی تھی۔اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

سانس بے قابو تھا۔ چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔۔ وہ دو قدم آگے بڑھی اور اچانک اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"خدا کے لیے۔۔۔"

اس کی آواز رونے سے ٹوٹ رہی تھی۔

"میری عزت بچا لیجیے۔۔۔"

"ان لوگوں نے میری زندگی کو جہنم بنا دیا ہے۔ میں ایک ایک سانس گن کر جیتی ہوں۔خدا کے لیے۔۔۔آج مجھے بچا لیجیے۔"

اس نے روتے ہوئے اس کے قدم پکڑ لیے۔

"خدا کے لیے۔۔۔"

اس کی آواز ہچکیوں میں ٹوٹ گئی۔

"مجھے ان لوگوں کے حوالے مت کیجیے۔۔۔"

وہ اس کے قدموں میں گر گئی۔

"میں عمر بھر آپ کی خدمت کروں گی۔۔۔آپ کے والدین کی۔۔۔آپ کے گھر کی۔۔۔ مگر مجھے واپس مت بھیجیے۔۔۔"

نوجوان خاموش کھڑا رہا۔۔نہ اس نے اسے اٹھایا۔۔۔نہ اس کی طرف دیکھا۔۔۔اس کی نظریں لڑکی سے بہت آگے کسی اور سمت جمی ہوئی تھیں۔

لڑکی نے حیرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ یہ کیسا انسان تھا؟ جس کے قدموں میں ایک لڑکی اپنی عزت کی بھیک مانگ رہی تھی۔۔۔اور اس کے چہرے پر ایک شکن تک نہ آئی۔۔

اسی لمحے۔۔۔دور سے گرد کا ایک بڑا سا بادل اٹھتا دکھائی دیا۔ گھوڑوں کی ٹاپیں۔۔۔ تلواروں کی جھنکار۔۔۔ چند ہی لمحوں میں دس بارہ مسلح آدمی وہاں پہنچ گئے۔

"وہ رہی!"

"فرار نہ ہونے پائے!"

"پکڑلو اسے!"

ان میں سے ایک شخص، جو غالباً ان کا سردار تھا، آگے بڑھا اور غصے سے لڑکی کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔

"نمک حرام۔۔۔!"

اس نے دہاڑتے ہوئے لڑکی کو اپنی طرف کھینچا۔

"یہ صلہ دیا تو نے میری نیکیوں کا؟"

ایک زوردار تھپڑ لڑکی کے چہرے پر پڑا۔۔

وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے آخری امید کے ساتھ اس خاموش نوجوان کی طرف دیکھا۔۔

وہ اب بھی ویسے ہی کھڑا سامنے دیکھ رہا تھا۔۔

لڑکی کا دل ٹوٹنے لگا۔ شاید۔۔ یہ بھی اس کی مدد نہیں کرے گا۔۔۔ لڑکی ابھی زمین سے سنبھل کر اٹھ بھی نہ پائی تھی کہ اس سردار نے دوبارہ اس کا بازو پکڑ لیا اور بے دردی سے اپنی طرف کھینچتے ہوئے غرایا،

"چل۔۔۔ بہت تماشہ ہو گیا!"

لڑکی کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ اس نے ایک بار پھر بے بسی سے اس خاموش نوجوان کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی ویسے ہی کھڑا تھا۔۔ پرسکون۔۔۔ خاموش۔۔۔ اور اس کی نظریں اب بھی سامنے تھیں۔

لڑکی کا دل ڈوبنے لگا۔ شاید۔۔۔ اسے اپنی قسمت کے سامنے ہار مان لینی چاہیے تھی۔

مگر اگلے ہی لمحے۔۔۔ وہ نوجوان آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔

اس کی چال میں نہ جلدی تھی، نہ غصہ۔۔۔ صرف ایک عجیب سا وقار تھا۔ وہ اس شخص کے سامنے آکر رکا۔

پھر پہلی بار اس کی آواز سنائی دی۔

"یہ تمہارے ساتھ کیوں جا رہی ہے؟"

"تمہیں اس سے کیا؟" وہ شخص طنزیہ ہنسا۔

نوجوان کی آواز میں معمولی سا بھی اتار چڑھاؤ نہ آیا۔

"میں نے پوچھا۔۔۔ یہ تمہارے ساتھ کیوں جا رہی ہے؟"

"کیونکہ یہ میری زر خرید لونڈی ہے!"

سردار غرور سے بولا۔

"میں نے اسے دس اشرفیوں میں خریدا تھا۔"

پھر اس نے دوبارہ اسی شخص کی طرف دیکھا۔

"کس سے خریدا تھا؟"

"اس کی مرتی ہوئی ماں سے۔"

چند لمحے خاموشی چھا گئی۔ ہوا بھی جیسے رک گئی تھی۔ پھر نوجوان نے دھیرے سے پوچھا،

"اور تم سمجھتے ہو۔۔۔ اشرفیاں کسی انسان کی عزت خرید سکتی ہیں؟"

وہ سردار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"برسوں سے میرے گھر میں ہے۔ اس کے کھانے، لباس اور ہر ضرورت کا خیال رکھا ہے۔ میں اسے عزت سے اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا، مگر اس نے میرے منہ پر تھوک دیا اور بھاگ آئی۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"اگر پوری سلطنت بھی میرے قدموں میں ڈال دو۔۔۔ تب بھی اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے لڑکی کی طرف دیکھ کر حقارت سے کہا،

"یہ میری لونڈی ہے۔۔۔"

"اور اس پر صرف میرا حق ہے!"

لفظ "حق" ابھی اس کے لبوں سے مکمل ادا بھی نہ ہوا تھا کہ۔۔۔

ایسا زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا کہ وہ کئی قدم لڑکھڑاتا ہوا زمین پر جا گرا۔

اس کے ساتھی غصے سے دہاڑ اٹھے۔

"مار ڈالو اسے!"

"زندہ نہ بچنے پائے!"

چار آدمی ایک ساتھ تلواریں سونتتے ہوئے اس کی طرف لپکے۔اسی لمحے ایک نیزہ ہوا کو چیرتا ہوا سیدھا نوجوان کی طرف بڑھا۔ مگر اس کی رفتار اس سے کہیں زیادہ تیز تھی۔

نوجوان نے زمین پر گرے ہوئے آدمی انکے سردار کو ایک جھٹکے سے اٹھا کر اپنے آگے کر لیا۔اسی لمحے سامنے سے پوری قوت کے ساتھ نیزہ اس کی طرف لپکا۔ نیزہ ایک ہی وار میں اس سردار کے سینے کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل آیا۔۔

اس کی دردناک چیخ پورے جنگل میں گونج اٹھی۔ باقی سب کے قدم ایک لمحے کو رک گئے۔اور یہی ایک لمحہ۔۔۔ان کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوا۔ نوجوان نے جھک کر مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی۔۔۔اور پوری قوت سے سامنے کھڑے دو آدمیوں کی آنکھوں میں دے ماری۔

"آہ۔۔۔!"

وہ اپنی آنکھیں ملتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔اسی لمحے نوجوان نے ایک سپاہی کی تلوار چھین لی۔

تلوار نیام سے باہر نکلی۔اگلے ہی لمحے فولاد سے فولاد ٹکرانے کی آواز پورے جنگل میں گونجنے لگی۔پہلا وار پہلے وار کو اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر خالی جانے دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی تلوار بجلی کی طرح گھومی۔ایک نیزہ دو ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔ تیسرے سپاہی نے سنبھلنے کی کوشش کی۔۔۔ مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔

لڑکی خوف سے کانپتی ہوئی قریب ہی ایک درخت کے پیچھے سمٹ گئی۔ جنگل میں صرف تلواروں کی جھنکار، چیخیں اور گھوڑوں کی بدکتی آوازیں گونج رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد۔۔۔ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

لڑکی نے دھڑکتے دل کے ساتھ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔۔۔

سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی سانس رک گئی۔۔۔ چار آدمی خون میں لت پت زمین پر بے حس و حرکت پڑے تھے۔

دو شدید زخمی کراہ رہے تھے۔ باقی اپنی جان بچانے کے لیے گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل کی طرف بھاگ چکے تھے۔۔۔

وہ نوجوان خاموشی سے کھڑا اپنی تلوار سے خون جھاڑ رہا تھا۔اس کی سانس تک نہ پھولی تھی۔ جیسے ابھی کچھ ہوا ہی نہ ہو۔اس نے تلوار زمین پر پھینکی۔۔۔اور مڑے بغیر بولا،

"جاؤ۔۔۔"

لڑکی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

آج "یہ کہہ کر وہ آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا۔لڑکی چند لمحے اسے جاتی ہوئی دیکھتی رہی۔ پھر جلدی سے اس کے پیچھے بھاگی۔ "سے تم آزاد ہو۔

"آقا۔۔۔!"

وہ نہ رکا۔

" میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔۔۔"اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

" میرے ماں باپ نے مجھے بیچ دیا تھا۔اگر آج میں اکیلی رہ گئی تو کل کوئی اور مجھے خرید لے گا۔خدا کے لیے۔۔۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔میں آپ کے والدین کی خدمت کروں گی۔۔۔آپ کے گھروالوں کی خدمت کروں گی۔۔۔ عمر بھر آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔۔۔"

نوجوان کے قدم ایک لمحے کے لیے بھی نہ رکے۔۔ جیسے اس نے اس کی ایک بھی بات نہ سنی ہو۔۔وہ خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔۔لڑکی دو لمحے وہیں کھڑی رہی۔۔اس نے ایک نظر پیچھے ڈالی۔۔۔

لاشیں اب بھی زمین پر پڑی تھیں۔اگر وہ یہیں رکتی۔۔۔تو شاید اگلی صبح تک زندہ بھی نہ رہتی۔اس نے اپنے آنسو پونچھے۔۔۔

اور خاموشی سے اس اجنبی کے پیچھے چل پڑی۔

اسے یہ معلوم نہیں تھا۔۔۔

کہ وہ جس شخص کے پیچھے چل رہی ہے۔۔۔

وہ کوئی عام انسان نہیں تھا۔

سن 2026ء سعودی عرب

دو مختلف زمانے۔۔۔دو مختلف دنیائیں۔۔۔

سعودی عرب کے ایک دور افتادہ علاقے میں واقع ایک پُرشکوہ محل نما گھر۔۔۔ جہاں دولت کی کبھی کوئی کمی نہ تھی، مگر سکون جیسے برسوں پہلے اس گھر کو چھوڑ چکا تھا۔اسی گھر کے ایک وسیع و عریض کمرے میں بائیس برس کی ایک لڑکی خاموشی سے کھڑی تھی۔اس کا نام آئرین تھا۔۔۔وہ ان چہروں میں سے تھی جنہیں پہلی نظر میں دیکھ کر انسان چند لمحوں کے لیے ٹھہر جائے۔دودھیا گندمی رنگت، ہلکی بادامی بڑی آنکھیں، لمبی گھنی پلکیں، کمر تک بکھرے بال اور نہایت نفیس خدوخال۔۔۔

مگر اس کی اصل خوبصورتی اس کی آنکھوں میں بسنے والی معصومیت تھی، جو اس دور میں شاید سب سے نایاب چیز تھی۔وہ اپنے تعلیمی ادارے کی نمایاں طالبات میں شمار ہوتی تھی۔ کھانا پکانا، سلائی، کشیدہ کاری، گھریلو انتظام، عربی خطاطی، زبانوں پر عبور۔۔۔شاید ہی کوئی ایسا ہنر ہو جس میں وہ مہارت نہ رکھتی ہو۔اسے سیاست نہیں آتی تھی۔۔۔لوگوں کے چہروں کے پیچھے چھپے ارادے پڑھنا نہیں آتا تھا۔۔۔ نہ ہی وہ جھوٹ بول سکتی تھی۔شاید یہی وجہ تھی۔۔۔کہ اس دنیا کے لیے وہ حد سے زیادہ معصوم تھی۔

وہ اپنے ہی گھر میں سب سے کم قدر کی جانے والی فرد تھی۔اس کے لیے نہ اس کی تعلیم کی کوئی اہمیت تھی۔۔۔نہ اس کے ہنر کی۔۔۔اور نہ ہی اس کے کردار کی۔اس کی پہچان صرف اتنی تھی۔۔۔کہ وہ ایک ایسی شادی سے انکار کر چکی تھی جسے اس کا خاندان اپنی قسمت بدلنے کا ذریعہ سمجھ رہا تھا۔

"أنتِ أحرجتِنا أمام الجميع!"

(تم نے ہمیں سب کے سامنے ذلیل کر دیا!)

آئرین خاموشی سے سر جھکائے کھڑی تھی۔اس کے ہاتھ اب بھی کانپ رہے تھے۔اس نے شاید دسویں بار کچھ کہنے کی کوشش کی۔۔۔ مگر سامنے کھڑی عورت کے چہرے پر پھیلا غصہ دیکھ کر اس کے لب پھر خاموش ہو گئے۔اس کی والدہ کی چیخ پورے کمرے میں گونج اٹھی۔

"الناس يتحدثون عنا في كل مكان! يسألونني: لماذا رفضت ابنتكِ الزواج؟"

(لوگ ہر جگہ ہماری باتیں کر رہے ہیں! مجھ سے پوچھ رہے ہیں: تمہاری بیٹی نے شادی سے انکار کیوں کیا؟)

"أتعلمين كم شعرتُ بالذل والإهانة اليوم؟"

(تمہیں اندازہ بھی ہے کہ آج مجھے کتنی ذلت اور رسوائی برداشت کرنی پڑی؟)

"أبوكِ لم يرفع رأسه أمام الناس اليوم۔۔۔"

(آج تمہارے باپ سے لوگوں کے سامنے سر تک نہیں اٹھایا گیا۔)

اس نے سامنے کھڑی لڑکی کے بازو مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے۔وہ لڑکی خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔

"كم مرة قلت لكِ؟ وافقي على هذا الزواج"

(میں نے کتنی بار کہا تھا کہ اس شادی کے لیے ہاں کر دو)

"...Please...امی۔۔۔"

آئرین کی آواز رونے سے بھر گئی۔

"أمي۔۔۔ إنه يُحادث عشرات الفتيات، ولا يحترم امرأةً واحدة۔"

(امی۔۔۔وہ درجنوں لڑکیوں سے تعلقات رکھتا ہے، اور کسی ایک عورت کی بھی عزت کرنا نہیں جانتا۔)

اس کی والدہ نے نفرت سے اسے دھکا دیا۔وہ تلخی سے بولیں،

"الرجلُ الثريُّ يفعل ما يشاء... وكلُّ النساء يتمنين رجلاً بمكانته"

(جس مرد کے پاس دولت ہوتی ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے۔۔۔اور ہر لڑکی ایسے ہی مرد کا خواب دیکھتی ہے۔)

انہوں نے انگلی اٹھا کر آئرین کی طرف اشارہ کیا۔

"هل لديكِ أي فكرة كم سيستفيد والدكِ وإخوتكِ من هذا الزواج؟"

(تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تمہارے والد اور بھائیوں کو اس شادی سے کتنا فائدہ ہو گا؟)

آئرین نے آنسو صاف کیے۔اس کی آواز دھیمی ضرور تھی۔۔۔ مگر پہلی بار اس میں مضبوطی تھی۔

"أستطيع أن أكسب أكثر من هذا المال بنفسي"

(میں خود اتنا کما سکتی ہوں، جتنا اس شادی سے آپ لوگوں کو ملے گا۔)

ایک زور دار تھپڑ اس کے گال پر پڑا۔آئرین کا سر ایک طرف جھٹک گیا۔اس کی والدہ کی آنکھوں میں غصہ دہک رہا تھا۔

"وقحة!"

(بدتمیز!)

"أنتِ أصلًا فتاة عديمة الحظ"

(تم تو ویسے ہی منحوس قسمت والی لڑکی ہو۔)

وہ مسلسل بولتی چلی گئیں۔

"جمالكِ۔۔۔ وتعليمكِ۔۔۔ ومهاراتكِ۔۔۔ أخبريني، ماذا نفعكِ كلُّ ذلك؟"

(تمہارا حسن۔۔۔ تمہاری تعلیم۔۔۔ تمہارے ہنر۔۔۔ بتاؤ، ان سب نے تمہیں آخر کیا دیا؟)

"امی۔۔۔"

آئرین سسک اٹھی۔اسی دوران کمرے کے باہر کھڑا اس کا بڑا بھائی جھنجھلا کر بڑبڑایا،

"لا أعلم متى ستنتهي هذه النحس۔۔۔"

(پتہ نہیں اس منحوسیت سے ہمارا پیچھا کب چھوٹے گا۔)

آئرین کی والدہ نے دروازے کی طرف دیکھا، پھر نفرت بھری نگاہوں سے اپنی بیٹی کو گھورا۔

"منذ اليوم الذي وُلدتِ فيه، وأنتِ جلبتِ النحس إلى هذا البيت"

(جس دن تم پیدا ہوئی تھیں، اسی دن سے اس گھر میں بدقسمتی آ گئی تھی۔)

ان کی آواز مزید سخت ہو گئی۔

"في يوم ولادتكِ تعرّض والدكِ لحادث، ومنذ ذلك اليوم وأنتِ لا تجلبين إلا المصائب"

(تمہاری پیدائش والے دن تمہارے والد کا حادثہ ہوا تھا، اور تب سے جس کام میں ہاتھ ڈالتی ہو، وہ برباد ہو جاتا ہے۔)

یہ الفاظ آئرین کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہوتے چلے گئے۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔۔۔ مگر الفاظ اس کے گلے ہی میں اٹک گئے۔اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

اسے محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ شاید اس گھر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا۔۔۔ جو اسے اپنی خوشی سمجھتا ہو۔

آئرین اپنے کمرے کے ایک کونے میں خاموش بیٹھی تھی۔ کھڑکی سے آتی نرم روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی، مگر اس کے گال پر پڑے سرخ نشان اب بھی واضح دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی سہیلی اس کے سامنے بیٹھی نہایت احتیاط سے اس کے زخموں پر مرہم لگا رہی تھی۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس نے آہ بھرتے ہوئے پوچھا،

"هل أجبرُوكِ مرةً أخرى على الزواج من ذلك الشاب ؟"

(کیا انہوں نے پھر تمہیں اُس آوارہ لڑکے سے شادی پر مجبور کیا؟)

آئرین کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ آئی۔

"نعم ـ ـ ـ"

(ہاں۔۔۔)

سہیلی نے سر جھٹکا۔

"أنتِ أعجب فتاة رأيتها في حياتي ـ"

(تم واقعی عجیب لڑکی ہو۔)

وہ مسکراتے ہوئے بولی،

آئرین نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں جھکا لیں۔ کمرے میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر اچانک سہیلی نے ماحول بدلنے کے لیے شرارتی انداز میں کہا،

"سترين... سيأتي يومٌ يأتي فيه أميرٌ حقيقي، ويأخذكِ من هنا، ويجعلكِ تعيشين كالأميرات ـ"

(دیکھنا۔۔۔ ایک دن کوئی شہزادہ آئے گا، تمہیں یہاں سے لے جائے گا اور شہزادیوں کی طرح رکھے گا۔)

آئرین نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا،

"إن شاء الله ـ ـ ـ"

سہیلی نے فوراً محبت سے کہا

"لا تفقدي هذا الأمل أبدًا ـ"

(یہ امید کبھی مت چھوڑنا۔)

اس کی آنکھوں میں عجیب سی سنجیدگی اتر آئی۔

"في اليوم الذي تتركين فيه الأمل... ينتهي كل شيء ـ"

(جس دن تم نے امید چھوڑ دی، سمجھو اسی دن سب کچھ ختم ہو جائے گا۔)

اگلے ہی لمحے وہ خود ہی ہنس پڑی۔

"وبصراحة۔۔۔"

(اور ویسے بھی۔۔۔)

"بعد كل هذا الضرب۔۔۔ إن لم تكنِ الجنةُ في الدنيا من نصيبكِ، فاطمئني۔۔۔جنةُ الآخرةِ بانتظاركِ۔"

"اتنی مار کھانے کے بعد بھی۔۔۔اگر دنیا میں جنت تمہارے نصیب میں نہیں، تو فکر نہ کرو۔۔۔آخرت کی جنت تمہاراانتظار کر رہی ہے۔"

آئرین بے اختیار ہنس پڑی۔

"يوم أخرج من هذا البيت۔۔۔"

(جس دن میں اس گھر سے نکل گئی۔۔۔)

اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"سيكون ذلك اليوم بداية جنتي"

(وہی دن میری جنت کی شروعات ہوگا۔)

چند لمحے بعد اس کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی۔

"لكنهم لا يسمحون لي بالخروج۔۔۔"

(مگر وہ مجھے نکلنے ہی نہیں دیتے۔)

اس کی آواز بھرّا گئی۔

"يقولون إنني منذ ولادتي نحس۔۔۔ وإن نحسي قد يصيب أي مكان أذهب إليه۔"

(کہتے ہیں میں پیدائش سے ہی منحوس ہوں۔۔۔اور میری نحوست جہاں جائے گی، وہاں بھی پھیل جائے گی۔)

ایک گرم آنسو اس کے رخسار پر لڑھک آیا۔اس کی سہیلی نے فوراً اُسے اپنے گلے سے لگالیا۔اس نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرااور مسکرا کر بولی،

"اسمعيني جيدًا يا آيرين۔۔۔"

(میری بات غور سے سنو،آئرین۔۔۔)

"سيأتي يومٌ يعتبركِ الناس فيه أعظم نعمة في حياتهم۔۔۔"

(ایک دن آئے گا جب تمہارے آس پاس کے لوگ تمہیں اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوش قسمتی سمجھیں گے۔)

"وسيفتخرون بأنكِ بينهم۔"

(اور انہیں تمہارے ساتھ ہونے پر فخر ہوگا۔)

آئرین نے ہنستے ہوئے خود کو اس سے الگ کیا۔

"حسنًا۔۔۔ هل أبدأ من اليوم بمراقبة جميع أمراء العالم؟"

(اچھا۔۔۔تو کیا آج سے میں دنیا بھر کے شہزادوں پر نظر رکھنا شروع کر دوں؟)

وہ شرارتی انداز میں بولی،

"فأيُّ أميرٍ منهم سيكون من نصيبي؟"

(تو ان میں سے کون سا شہزادہ میری قسمت میں لکھا ہوگا؟)

اس کی سہیلی زور سے ہنس پڑی۔

"لا۔۔۔ هؤلاء لا يناسبونكِ۔"

(نہیں۔۔۔ یہ سب تمہارے قابل نہیں۔)

پھر اس نے آئرین کی ناک کو ہلکے سے چھیڑا۔

"أظن أن قدركِ يُصنع في مكانٍ آخر۔۔۔"

(میرا خیال ہے تمہاری قسمت کہیں اور لکھی جا رہی ہے۔)

وہ مسکراتے ہوئے بولی،

"ففي هذه الدنيا۔۔۔ لم يُخلق بعدُ رجلٌ يليق بآيرين۔"

(کیونکہ اس دنیا میں ابھی تک کوئی ایسا مرد پیدا ہی نہیں ہوا جو میری آئرین کے قابل ہو۔)

"إذن يبدو أن أميري قد ضلَّ الطريق!"

(تو پھر لگتا ہے میرا شہزادہ راستہ بھٹک گیا ہے!)

دونوں بے اختیار ہنس پڑیں۔

انہیں کیا معلوم تھا۔۔۔

کہ تقدیر واقعی کہیں دور۔۔۔

ان کی سوچ سے بھی زیادہ دور۔۔۔

ایک ایسی کہانی لکھ رہی تھی، جو صدیوں کا فاصلہ مٹا دینے والی تھی۔

وہ نوجوان ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا۔۔

بس خاموشی سے آگے بڑھتا رہتا ہے۔ جنگل پیچھے رہ گیا۔ کچے راستے آہستہ آہستہ پتھروں سے بنی کشادہ گزر گاہوں میں بدلنے لگے۔

چند ہی دیر بعد۔۔۔سامنے ایک وسیع شہر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑا تھا۔۔

اونچی فصیلیں۔۔لوہے سے جڑا عظیم دروازہ۔۔

آتے جاتے لوگ۔۔اور دروازے پر پہرہ دیتے سپاہی۔۔

لڑکی کی رفتار خود بخود سست پڑ گئی۔اس نے اتنا بڑا شہر شاید پہلی بار دیکھا تھا۔

مگر وہ نوجوان۔۔۔بغیر ایک لمحہ رکے سیدھا دروازے تک جا پہنچا۔

دروازے پر کھڑا دربان اس کے قریب آیا۔نوجوان نے پہلی بار لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"میرے پیچھے جو لڑکی کھڑی ہے۔۔۔"

پھر اتنے ہی پر سکون لہجے میں بولا،

"صبح جب دربار لگے۔۔۔اسے وہاں بھیج دینا۔"

"شاید اسے سلطان سے کوئی عرضی کرنی ہے۔"

دربان نے فوراً اپنا دایاں ہاتھ سینے پر رکھا۔

"جو حکم۔"

نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا اور محل کے اندر چلا گیا۔۔لڑکی نے بے اختیار اسے جاتے دیکھا۔

اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔۔جیسے وہ اپنا کام کر چکا ہو۔اور اب اس کے لیے یہ قصہ ختم ہو گیا ہو۔۔

نہ جانے کیوں۔۔اس لڑکی کے دل میں ایک انجانا سا خلا اتر آیا۔چند ہی لمحوں میں وہ محل کی بلند دیواروں کے پیچھے اوجھل ہو گیا۔

دربان نے آہستہ سے اس لڑکی کی طرف دیکھا۔

"آؤ۔"

وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی۔چند قدم چلنے کے بعد دربان نے بات شروع کی۔

"آج تمہاری قسمت ذرا خراب ہے۔"

"آج دربار نہیں لگے گا۔" وہ چلتے چلتے بولا۔

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔بس خاموشی سے سر جھکا لیا۔

وہ محل کے ایک وسیع صحن سے گزرتے ہوئے ایک لمبی راہداری میں داخل ہوئے۔ راہداری کے آخر میں ایک لکڑی کی میز رکھی تھی۔ اس کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے کاغذات کا ڈھیر، دوات اور قلم رکھا تھا۔ دربان اس کے قریب جا کر رکا۔

"یہ لڑکی سلطان سے ملنے آئی ہے۔"

"کہتی ہے کوئی عرضی پیش کرنی ہے۔"

قلم تھامے شخص نے پہلی بار سر اٹھایا۔ اس کی نظریں لڑکی پر ٹھہر گئیں۔ سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا۔ پھٹے ہوئے کپڑے۔ گرد سے اٹے ننگے پاؤں۔ چہرے پر تھکن۔ اور آنکھوں میں خوف۔ اس نے قلم دوات میں ڈبویا۔ پھر کاغذ پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا،

"نام؟"

گلنار کے خشک ہوتے ہونٹ ہلے۔

"گلنار۔۔۔"

اس نے آہستگی سے اپنا نام بتایا۔ قلم کاغذ پر چلنے لگا۔

"گلنار"

وہ لکھتا گیا۔ پھر بغیر سر اٹھائے اگلا سوال کیا۔

"کیا عرضی لے کر آئی ہو؟"

خاموشی۔ قلم رک گیا۔ اس نے سر اٹھایا۔

"میں نے پوچھا"

"کیا عرضی لے کر آئی ہو؟"

گلنار کے ہونٹ ہلے۔ مگر آواز۔۔ حلق سے باہر ہی نہ آ سکی۔

اس نے بے اختیار اپنے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔

وہ کیا بتاتی؟ وہ تو خود نہیں جانتی تھی کہ یہاں کیوں کھڑی ہے۔

وہ سلطان کو جانتی تک نہیں تھی۔ کاغذ لکھنے والا شخص چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے چہرے کی گھبراہٹ دیکھ کر اس کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

"گھبراؤ نہیں۔"

وہ آہستہ سے بولا۔

"ہر روز سینکڑوں لوگ اپنی عرضیاں لے کر یہاں آتے ہیں۔"

"کوئی انصاف مانگنے۔۔ کوئی فریاد سنانے۔۔اور کوئی مدد کی امید میں۔۔"

اس نے قلم میز پر رکھ دیا۔

"مگر ہر ایک کو فوراً سلطان کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں پہلے یہ جاننا پڑتا ہے۔۔ کہ کون زیادہ مجبور ہے۔۔اور یہ بھی۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر گلنار کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کہ کہیں آنے والا کوئی جاسوس یا دشمن تو نہیں۔۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ پھر وہ نرمی سے بولا،

"جب تک تم اپنے آنے کا مقصد نہیں بتاؤ گی"

"ہم تمہیں سلطان کے حضور پیش نہیں کر سکتے۔"

گلنار نے لب کھولے۔الفاظ حلق تک آئے۔۔ مگر پھر واپس لوٹ گئے۔۔۔

وہ کیا کہتی؟ کہ وہ ایک اجنبی کے پیچھے چلتی ہوئی یہاں تک آ گئی تھی؟ کہ اسے خود معلوم نہیں۔۔وہ یہاں کیوں ہے؟

دونوں آدمیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ قلم والے شخص نے ہلکی آواز میں دربان سے کہا،

"شاید اسے دربار میں نہیں کسی اور جگہ بھیجنا چاہیے۔"

یہ سنتے ہی گلنار کا رنگ اڑ گیا۔اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک بار پھر اس کے قدموں تلے زمین نکل رہی ہو۔اگر یہاں سے بھی نکال دیا گیا۔۔تو؟ وہ جلدی سے بول اٹھی۔

"نہیں!"

اس کی آواز میں گھبراہٹ صاف جھلک رہی تھی۔

"میں"

اس نے مشکل سے تھوک نگلا۔

"میں محل میں خادمہ بننے آئی ہوں۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ قلم والے شخص نے ایک بار پھر اسے غور سے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ پھر سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا۔اس نے خاموشی سے قلم اٹھایا اور کاغذ پر چند الفاظ لکھ دیے۔ پھر دربان کی طرف دیکھ کر بولا،

"اسے خالہ اماں کی ملازماؤں کے پاس چھوڑ آؤ۔"

رات ڈھل چکی تھی۔ مہمان خانے کے چھوٹے سے کمرے میں ایک چراغ مدھم روشنی بکھیر رہا تھا۔۔

گلنار بستر پر لیٹی ضرور تھی۔ مگر اس کی آنکھوں نے پوری رات نیند کا ذائقہ نہ چکھا۔ کبھی وہ کروٹ بدلتی۔۔ کبھی چھت کو تکتی رہتی۔ اور کبھی بے اختیار اپنے کل کے بارے میں سوچنے لگتی۔ کل تک اس کی ہر صبح کسی کی گالی سے شروع ہوتی تھی۔ ہر رات کسی دھمکی پر ختم ہوتی تھی۔ اسے یاد بھی نہ تھا کہ آخری بار اس نے بے خوف ہو کر سانس کب لی تھی۔

اس نے آہستہ سے اپنی کلائی پر انگلی پھیری۔ وہاں رسی کے پرانے نشانات اب بھی موجود تھے۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"کیا واقعی۔۔۔ میں آزاد ہوں؟"

یہ سوال اس کے دل میں نہ جانے کتنی بار آیا۔ مگر ہر بار اس کے ذہن میں ایک ہی چہرہ ابھرتا۔ وہ اجنبی نوجوان۔۔ جس نے نہ اس سے اس کا نام پوچھا نہ اس کے آنسوؤں پر ترس کھایا، نہ کوئی تسلی دی اور نہ ہی کوئی احسان جتایا۔ اس نے بس اسے آزاد کر دیا۔ گلنار نے آہستہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

"آخر وہ تھا کون۔۔۔؟"

"اور اگر مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھنا تھا"

"تو پھر میری جان کیوں بچائی؟"

وہ خود ہی ہلکا سا مسکرا دی۔

"شاید۔۔ ہر نیکی کرنے والا اس کا بدلہ نہیں مانگتا۔"

اسی کشمکش میں نہ جانے کب فجر کی اذان کی پہلی صدا فضاؤں میں گونجی۔

"اللّٰہُ أَکْبَر ۔۔۔ اللّٰہُ أَکْبَر ۔۔۔"

گلنار فوراً اٹھ بیٹھی۔

وضو خانے میں ٹھنڈا پانی جب اس کے چہرے سے ٹکرایا تو یوں محسوس ہوا۔۔

جیسے برسوں سے دل پر جمی ہوئی تھکن بھی بہتی جا رہی ہو۔ اس نے نماز ادا کی۔

پھر جائے نماز پر بیٹھی دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور نہ جانے کتنی دیر تک خاموش آنسو بہاتی رہی۔

دعا ختم ہوئی تو اس کی نظریں اپنی ہتھیلیوں پر ٹھہر گئیں۔ یہی ہاتھ جو برسوں دوسروں کی خدمت کرتے کرتے زخمی ہو گئے تھے۔

شاید تقدیر نے ان کے لیے ابھی بھی یہی لکھا تھا۔ اس نے نم آنکھوں کے ساتھ ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجالی۔

"چلو گلنار۔۔ زندگی نے پہلی بار تجھے اپنی مرضی سے سانس لینے کا حق تو دیا ہے۔"

اگر پھر سے کسی کی خدمت ہی کرنی ہے تو کم از کم ایسے لوگوں کے درمیان ہو گی۔۔

جہاں ہر وقت تیرے نوالے نہیں گنے جائیں گے۔۔ جہاں ہر غلطی پر تیرا گلا نہیں دبایا جائے گا۔۔

جہاں ہر لمحہ تجھے یہ احساس نہیں دلایا جائے گا۔۔ کہ تو کسی پر بوجھ ہے۔

وہ آہستہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج اسے پھر ایک ملازمہ بننے جانا تھا۔ مگر آج کی ملازمت کل کی غلامی جیسی نہیں لگ رہی تھی۔ کیونکہ پہلی بار فیصلہ اس نے خود کیا تھا۔

سعودی عرب سن 2026ء

رات کی نرم روشنی آہستہ آہستہ کھڑکی سے اندر اتر رہی تھی۔ کمرے میں ایسی خاموشی تھی جس میں صرف ایک آواز گونج رہی تھی قرآنِ مجید کی تلاوت۔ آئرین جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے ریحل پر کھلا قرآن رکھا تھا۔ اس کی آواز دھیمی تھی مگر ہر لفظ دل میں اترتا محسوس ہوتا تھا۔

آیت مکمل ہوئی تو اس نے چند لمحے خاموشی سے اسی صفحے کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ وہ روز یہی دعا کرتی تھی اور ہر روز یہی امید لے کر اٹھتی تھی کہ شاید آج اللہ اس کے لیے کوئی راستہ کھول دے۔ اس نے نہایت ادب سے قرآنِ مجید بند کیا۔ دونوں ہاتھوں سے اسے اٹھا کر چوما اور احتیاط سے ریحل پر رکھ دیا۔ پھر دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیے۔

"یا اللہ" اس کی آواز سرگوشی سے بھی دھیمی تھی۔

"اگر میری قسمت میں واقعی کہیں سکون لکھا ہے"

"تو مجھے وہاں تک پہنچا دے۔ بس اتنی ہمت دے کہ میں اپنے فیصلے خود کر سکوں"

اسی لمحے اس کے موبائل کی رنگ ٹون بج اٹھی۔ آئرین نے آنسو صاف کیے۔ موبائل اٹھایا۔ اسکرین پر نام جگمگا رہا تھا۔

Noor Calling...

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے فوراً کال اٹھائی۔

"السلام علیکم۔"

دوسری طرف سے ہمیشہ کی طرح شوخ آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام... Good Evening!"

(وعلیکم السلام۔۔۔ گڈ ایوننگ!)

آئرین ہلکا سا مسکرائی۔ نور نے فوراً ہنس کر کہا،

"لا تخبريني أنكِ ما زلتِ حزينة!"

(یہ مت کہنا کہ تم ابھی بھی اداس بیٹھی ہو!)

آئرین نے دھیرے سے جواب دیا،

"أنا بخير---"

(میں ٹھیک ہوں---)

نور نے فوراً بات کا رخ بدل دیا۔

"اسمعي--- عندي خبرٌ سيفرحكِ جدًا!"

(سنو--- میرے پاس تمہارے لیے ایک بہت اچھی خبر ہے!)

آئرین سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"ما الأمر؟"

(کیا ہوا؟)

نور کی آواز خوشی سے بھر گئی۔

"أتذكرين الشركة التي قدّمتُ لكِ فيها طلب Job؟"

(یاد ہے جس کمپنی میں میں نے تمہارے لیے جاب کے لیے اپلائی کیا تھا؟)

آئرین نے فوراً سر ہلایا۔

"نعم---"

(ہاں---)

"لقد اتصلوا بي!"

(انہوں نے مجھے کال کی ہے!)

"غدًا Interview لديكِ"

(کل تمہارا انٹرویو ہے)

آئرین چند لمحے خاموش رہی۔ دل کی دھڑکن جیسے تیز ہو گئی۔

"لكن---"

(لیکن---)

اس نے آہستہ سے کہا،

"أبي لن يسمح لي---"

(بابا مجھے اجازت نہیں دیں گے۔)

نور نے فوراً جواب دیا۔

"ومن قال إننا سنخبره الآن؟"

(کس نے کہا ہے کہ ہم ابھی انہیں بتائیں گے؟)

پھر ہنستے ہوئے بولی،

"اذهبي أولًا إلى ال Interview"

(پہلے انٹرویو تو دے آؤ)

"وعندما تحصلين على وظيفة وراتب محترم"

(اور جب تمہیں اچھی سیلری اور اچھی جاب مل جائے گی)

"سيكون إقناعهم أسهل بكثير"

(تب انہیں منانا بہت آسان ہو جائے گا۔)

آئرین خاموش رہی۔ نور نے نرمی سے کہا

"يا آيرين"

(آئرین)

"هذه فرصة"

(یہ ایک موقع ہے۔)

"وربما يكون هذا هو الباب الذي سيفتحه الله لكِ"

(اور شاید یہی وہ دروازہ ہو جو اللہ تمہارے لیے کھول رہا ہے۔)

یہ جملہ سنتے ہی۔۔آئرین کی نظریں بے اختیار دوبارہ قرآنِ مجید کی طرف اٹھ گئیں

کیا یہ۔۔۔واقعی اسی راستے کی پہلی دستک تھی؟ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر دھیرے سے بولی،

"لکن۔۔۔ ماذا سأقول لأمي؟"

(لیکن۔۔۔امی کو کیا کہوں گی؟)

نور بے فکری سے ہنس دی۔

"اتركيها عليّ"

(وہ مجھ پر چھوڑ دو۔)

"سأتصل بخالتي وأخبرها أنكِ ستقضين اليوم معي"

(میں آنٹی کو کال کر دوں گی اور کہوں گی کہ آج تم میرے ساتھ رہو گی۔)

پھر شوخی سے بولی،

"بل سأأتي بنفسي لأخذ ال Princess"

(بلکہ میں خود اپنی شہزادی کو لینے آؤں گی۔)

کئی دنوں بعد آئرین کے چہرے پر ایک حقیقی مسکراہٹ آئی۔اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"حسنًا۔۔۔"

(ٹھیک ہے۔۔۔)

"سأذهب۔"

(میں جاؤں گی۔)

کال ختم کرنے کے بعد آئرین کچھ دیر خاموش بیٹھی اپنی پوری زندگی پر نظر دوڑاتی رہی۔ایک ایک کر کے گزرے ہوئے دن، ٹوٹے ہوئے خواب اور وہ تمام لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے آتے گئے، جب اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے زندگی نے کبھی اس کے حق میں فیصلہ ہی نہیں کیا۔اس نے بے اختیار سوچا۔۔۔

"میری زندگی میں کبھی کچھ میرے حق میں نہیں ہوا۔۔"

پھر دل میں ایک نئی امید نے سر اٹھایا۔شاید۔۔اب مجھے ایک موقع مل رہا ہے۔اس نے گہری سانس لی۔ ویسے بھی سب اسے بد قسمت ہی کہتے تھے۔

کیا خبر، فیصلے بدلنے سے قسمت بھی بدل جائے؟ شاید وہ مزید بد قسمت نہ رہے۔یہ خیال آتے ہی اس کے دل میں ایک ہلکی سی امید جاگی۔

مگر آئرین یہ بھول گئی تھی کہ ضروری نہیں جس انسان کو دنیا بد قسمت سمجھتی ہو، وہ حقیقت میں بد قسمت بھی ہو۔

کبھی کبھی انسان صرف غلط جگہ پر ہوتا ہے۔ایسی جگہ، جہاں اس کی قدر کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اور جب ایک اچھا خاصا انسان ناقدری کرنے والے لوگوں کے ہاتھوں بار بار ٹوٹتا ہے، تو ایک وقت آتا ہے جب وہ اپنی ہی قدر بھول کر خود کو بد قسمت سمجھنے لگتا ہے۔

اور اگر وہی ناکارہ، بے وقعت اور بد قسمت سمجھا جانے والا قدر کرنے والوں کے ہاتھ لگ جائے، تو اپنی زندگی میں یوں کھل اٹھتا ہے جیسے قسمت خود اس کی خوش بختی پر رشک کرنے لگے۔

محل کی فصیلیں اب صبح کی سنہری روشنی میں نہا چکی تھیں۔

سنگِ مرمر سے بنی بلند راہداریوں میں خادم اور سپاہی اپنی اپنی ذمہ داریوں میں مصروف تھے۔ کہیں فرش دھوئے جا رہے تھے، کہیں باغیچے سے تازہ پھول توڑ کر محل کے کمروں میں سجائے جا رہے تھے، تو کہیں باورچی خانے سے تازہ روٹیوں اور شوربے کی خوشبو پھیل رہی تھی۔

گلنار خاموشی سے اس دربان کے پیچھے چل رہی تھی۔اس کے قدم اب بھی ہچکچا رہے تھے۔

یہ محل اس کے لیے کسی اور ہی دنیا کی مانند تھا۔اتنی وسعت اتنی صفائی اور ہر طرف ایسا نظم کہ جیسے ہر شخص کو اپنے ہر قدم کی خبر ہو۔

وہ بےاختیار اپنے پھٹے ہوئے لباس کی طرف دیکھنے لگی۔

اسے پہلی بار احساس ہوا وہ اس جگہ کتنی اجنبی لگ رہی تھی۔ چند راہداریاں عبور کرنے کے بعد دربان ایک کشادہ صحن میں رکا۔ وہاں کئی خادمائیں اپنے اپنے کام میں مصروف تھیں۔ دربان نے ان میں سے ایک عمر رسیدہ ملازمہ کو آواز دی۔

"اسے خالہ اماں کے پاس لے جاؤ۔"

بوڑھی خادمہ نے ادب سے سر جھکا دیا۔

"جی۔"

دربان واپس پلٹ گیا جبکہ گلنار اس عورت کے پیچھے چل پڑی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ایک نسبتاً خاموش حصے میں پہنچیں۔ دروازے پر نفیس پردے لٹک رہے تھے۔ بوڑھی خادمہ نے آہستگی سے پردہ سرکایا۔

"خالہ اماں"

اندر سے سنجیدہ آواز آئی۔

"آ جاؤ۔"

گلنار نے اندر قدم رکھا۔کمرہ نہایت سادہ مگر باوقار تھا۔۔ قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔۔

ایک طرف لکڑی کی نفیس الماریاں تھیں جن میں قرآنِ مجید اور دوسری کتابیں ترتیب سے رکھی تھیں۔۔

درمیان میں ایک اونچی مسند پر تقریباً پچپن ساٹھ برس کی ایک باوقار خاتون بیٹھی تھیں۔

چہرے پر عمر کے آثار ضرور تھے مگر نگاہوں میں ایسی سختی تھی کہ سامنے والا بےاختیار نظریں جھکا لے۔۔

وہ سلطان کی سگی خالہ تھیں اور یہی محل کی سب خادماؤں کی نگران تھیں۔ سب انہیں خالہ اماں کہہ کر پکارتے تھے۔

کمرے کے دوسرے سرے پر ایک نوجوان لڑکی خاموشی سے کھڑکی کے پاس کھڑی باہر باغ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس کے چہرے پر شاہانہ غرور صاف جھلک رہا تھا۔ یہ ماہ جبین تھی۔ خالہ اماں کی اکلوتی بیٹی۔ گلنار نے صرف ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور فوراً نظریں جھکا لیں۔ بوڑھی خادمہ نے ادب سے کہا،

"خالہ اماں، یہ نئی خادمہ ہے۔ کل شام محل آئی تھی۔"

خالہ اماں کی نظریں پہلی بار گلنار پر ٹھہریں۔ انہوں نے سر سے پاؤں تک اسے بغور دیکھا۔

عمر بمشکل اٹھارہ، انیس برس ہو گی۔

صاف گندمی رنگت، سادہ سے نین نقش اور کمر تک آتے سیاہ بال، جنہیں اس نے جلدی میں ایک ڈھیلی سی چوٹی میں باندھ رکھا تھا۔

اس کے لباس پر سفر کی گرداب بھی جمی ہوئی تھی۔

چہرے پر تھکن نمایاں تھی، جیسے کئی راتوں سے اس نے سکون کی نیند نہ سوئی ہو۔

اس کے وجود سے صاف محسوس ہوتا تھا کہ زندگی نے اسے عمر سے پہلے ہی مشقت اٹھانا سکھا دی تھی۔

مگر ان سب کے باوجود اس کی سادگی میں ایک الگ سی کشش تھی، جو دیکھنے والے کو بے اختیار ایک لمحہ رکنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

خالہ اماں نے خاموشی سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر سپاٹ لہجے میں پوچھا،

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"گ۔۔۔ گلنار۔"

"کب آئی ہو؟"

"کل شام۔"

"کس نے بھیجا ہے؟"

"دربان نے۔"

بس اتنے ہی مختصر جواب نہ ایک لفظ زیادہ نہ کم۔ خالہ اماں نے چند لمحے اسے دیکھا۔ پھر اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں،

"ادھر آؤ۔"

گلنار فوراً قریب آ گئی۔ خالہ اماں نے مسند سے ٹیک لگائی۔

"کمر میں درد ہے۔۔ ذرا دبا دو۔"

"جی۔"

گلنار فوراً گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔اس نے نہایت احتیاط سے دونوں ہاتھ خالہ اماں کی کمر پر رکھے۔ پہلے ہلکے دباؤ سے۔۔پھر آہستہ آہستہ انگلیوں کی پوروں سے مخصوص جگہوں کو دبانے لگی۔ چند ہی لمحوں بعد خالہ اماں کی بند آنکھیں آہستہ سے کھلیں۔ان کے چہرے پر حیرت کی ہلکی سی جھلک ابھری۔انہوں نے خاموشی سے گلنار کے ہاتھوں کو محسوس کیا۔یہ کسی اناڑی کے ہاتھ نہیں تھے۔ان ہاتھوں نے برسوں کسی بیمار کی خدمت کی تھی۔

"کس سے سیکھی ہے یہ مالش؟"

گلنار کے ہاتھ ایک لمحے کو رک گئے۔اس کی پلکیں جھک گئیں۔

"میری۔۔۔امی بہت بیمار رہتی تھیں۔انہیں دباتے دباتے شاید سیکھ گئی۔"

کمرے میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ خالہ اماں نے کوئی ہمدردی ظاہر نہیں کی۔نہ ہی مزید سوال کیا۔ بس آہستہ سے بولیں،

"ہاتھوں میں دم ہے۔۔لگتا ہے کام سے جی نہیں چراتیں۔"

پھر قریب کھڑی بوڑھی خادمہ کی طرف دیکھا۔

"اسے باقی خادماؤں کے ساتھ رکھ دو۔کچھ دن کام دیکھیں گے۔۔اگر محنتی نکلی تو یہیں رہ جائے گی۔"

"جی، خالہ اماں۔"

گلنار نے خاموشی سے سر جھکالیا۔اسے کسی تعریف کی امید بھی نہیں تھی۔اس کے لیے تو یہی بہت تھا کہ پہلی بار کسی نے اسے دیکھ کر ڈانٹا نہیں تھا۔کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک پورے محل میں نقاروں کی گونج سنائی دی۔

اس کے فوراً بعد ایک بلند آواز راہداریوں میں پھیل گئی۔

"دربار لگنے کا وقت ہو گیا!"

تمام خادمائیں یک دم اپنے اپنے کام چھوڑنے لگیں۔خالہ اماں بھی آہستہ سے مسند سے اٹھیں۔ماہ جبیں نے اپنے لباس کی شکنیں درست کیں، گویا وہ کسی خاص لمحے کی منتظر ہو۔بوڑھی خادمہ آگے بڑھی۔

"خالہ اماں۔۔۔نئی لڑکی کی عرضی بھی آج پیش ہونی ہے۔"

خالہ اماں نے ایک نظر گلنار پر ڈالی۔

"اچھا اسے بھی ساتھ لے چلو۔"

پھر گلنار سے مخاطب ہوئیں۔

"دربار میں جب تک سلطان تم سے کچھ نہ پوچھیں، خود سے بولنے کی کوشش مت کرنا۔جو پوچھا جائے، صرف اتنا ہی جواب دینا۔"

"سمجھ گئی؟"

گلنار نے فوراً سر جھکا دیا۔

"جی۔"

خالہ اماں نے بوڑھی خادمہ سے کہا،

"اسے عورتوں کی طرف بٹھا دینا۔"

"جب اس کی باری آئے، وزیر خود بلا لیں گے۔"

"جی، خالہ اماں۔"

صبح کا سورج آہستہ آہستہ آسمان پر بلند ہو چکا تھا۔ محل کے وسیع دربار میں آج غیر معمولی چہل پہل تھی۔

سلطنت کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگ اپنی اپنی عرضیاں لیے قطاروں میں موجود تھے۔

کسی کا زمین کا جھگڑا تھا، کوئی انصاف مانگنے آیا تھا اور کوئی اپنے گاؤں کی فریاد لے کر۔

دربار کے ایک حصے میں نفیس لکڑی کی جالیوں سے پردہ کیا گیا تھا، جہاں شاہی خاندان کی خواتین تشریف فرما ہوتی تھیں۔

پردے کے پیچھے ایک بلند نشست پر خالہ اماں بیٹھی تھیں۔ ان کے دائیں جانب ان کی بیٹی ماہ جبین بیٹھی تھی، جس کے چہرے پر ہمیشہ کی سی خود پسندی جھلک رہی تھی۔ جبکہ دوسری جانب، سلطان کی پھوپھی کی بیٹی ملکہ اپنے مخصوص وقار کے ساتھ بیٹھی تھی (ملکہ اس کا پیدائشی نام تھا، وہ کسی سلطنت کی ملکہ نہیں تھی)۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا بھی مناسب نہ سمجھا۔

ان کے درمیان برسوں پرانی رقابت تھی۔ ایسی رقابت جسے محل کا ہر فرد جانتا تھا۔

ان دونوں کے پیچھے دیگر خادمائیں زمین پر خاموش بیٹھی تھیں۔

انہی میں ایک گلنار بھی تھی۔ اس نے نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔ وہ پہلی مرتبہ کسی شاہی دربار میں آئی تھی۔

دل اس قدر زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے آس پاس بیٹھے لوگ بھی اس کی دھڑکن سن سکتے ہوں۔

اچانک۔۔۔ باہر سے ایک بلند آواز گونجی۔

"سلطانِ معظم تشریف لا رہے ہیں!"

یہ الفاظ سنتے ہی پورا دربار بیک وقت کھڑا ہو گیا۔ سپاہیوں نے اپنے نیزے سیدھے کر لیے۔ وزیر نے احترام سے سر جھکا لیا۔ خالہ اماں سمیت تمام خواتین اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

گلنار بھی جلدی سے کھڑی ہو گئی۔اسی لمحے۔۔۔ دربار کے عظیم الشان دروازے آہستہ آہستہ کھلے۔

چند محافظ پہلے اندر داخل ہوئے۔۔

اور پھر۔۔۔ دربار میں کسی کے قدموں کی آواز تک سنائی نہ دے رہی تھی۔

صرف ایک شخص نہایت پُرسکون انداز میں اندر داخل ہوا۔

لمبا قد۔۔۔چوڑے کندھے۔۔۔ سفید اور گندمی رنگت کے درمیان متوازن چہرہ۔۔۔

تیز مگر بے حد پرسکون نگاہیں۔۔۔ سیاہ لباس کے اوپر نہایت نفیس شاہی قباء۔۔۔ کمر پر بندھی تلوار۔۔۔اور چہرہ۔۔۔

اس کے نین نقش میں مقامی لوگوں جیسی سختی کم،اور وسطی ایشیائی خاندانوں جیسی نفاست زیادہ محسوس ہوتی تھی۔

صاف ستری تراشی ہوئی داڑھی۔۔۔ایسی شخصیت۔۔۔ جسے دیکھ کر پہلی نظر میں یہ یقین ہی نہ آئے کہ وہ برصغیر کا باشندہ ہے۔اس کے چہرے پر نہ غرور تھا۔۔۔نہ مصنوعی سختی۔۔۔ صرف ایسا وقار۔۔۔جس کے سامنے شور مچانے والے بھی آہستہ بولنے لگیں۔وہ ہر قدم ناپ کر رکھتا تھا۔نہ جلدی۔۔۔نہ سستی۔۔

وہ اپنی نشست تک پہنچا۔بیٹھنے سے پہلے اس نے پورے دربار پر ایک مختصر سی نگاہ ڈالی۔

بس ایک نگاہ۔۔۔

اور یوں لگا جیسے اس نے ہر شخص کو الگ الگ دیکھ لیا ہو۔پھر اس نے دایاں ہاتھ ہلکا سا اٹھایا اور نہایت پر سکون لہجے میں فرمایا،

"السلام علیکم ورحمۃاللہ۔"

"وعلیکم السلام ورحمۃاللہ۔"

پورا دربار ایک آواز میں جواب دے اٹھا۔

ادھر۔۔۔گلنار کی سانس جیسے رک گئی۔اس نے بےاختیار سر اٹھایا۔پھر دوبارہ دیکھا۔نہیں۔۔یہ۔۔یہ کیسے ممکن تھا؟یہ تو۔۔یہ تو وہی شخص تھا۔وہی اجنبی۔۔جس نے جنگل میں اس کی جان بچائی تھی۔اس کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو جیسے رک گئی۔

"یہ۔۔ سلطان ہے؟"

اس نے حیرت سے دوبارہ دیکھا۔نہیں۔۔۔یہ اس کی آنکھوں کا دھوکا بھی تو ہو سکتا تھا۔اگر وہ سلطان تھا۔۔۔تو جنگل میں اکیلا کیوں تھا؟سلطان تو جہاں جاتا ہے۔۔۔اس کے ساتھ محافظوں کا لشکر ہوتا ہے۔

پھر وہ عام لباس میں کیوں تھا؟

اور۔۔اگر واقعی وہ سلطان تھا۔۔۔تو اس نے اپنی شناخت کیوں چھپائی؟

گلنار نے فوراً خود ہی اپنے خیال کو جھٹک دیا۔ نہیں۔۔ یہ سلطان نہیں ہو سکتا۔ ہمارا سلطان تو رعایا کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔۔۔ وہ کسی مظلوم کی فریاد نظر انداز نہیں کرتا۔۔

اور وہ شخص۔۔۔ وہ تو اس وقت بھی خاموش کھڑا رہا تھا۔۔ جب میں اس کے قدموں میں گڑگڑا رہی تھی۔ نہیں۔۔۔ یہ دونوں ایک جیسے ضرور ہیں۔۔ مگر ایک نہیں ہو سکتے۔

شاید۔۔

صرف شکل ملتی ہو۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ مگر دل ابھی تک اسی الجھن میں قید تھا۔ وزیر آگے بڑھا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا،

" میرے سلطان! آج کی پہلی عرضی دو دیہاتیوں کی ہے۔ دونوں ایک زمین کے معاملے میں آپ سے انصاف چاہتے ہیں۔"

سلطان نے مختصر سا سر ہلایا۔ دونوں آدمی آگے آئے۔ سلطان نے دائیں جانب کھڑے شخص کی طرف دیکھا۔

"تم بیان کرو۔"

وہ شخص احترام سے جھکا۔

" میرے سلطان! میری جان، میرا مال، میرے اہل و عیال۔۔۔ سب آپ پر قربان۔ اللہ رب العزت کے بعد اگر کسی کے انصاف پر مجھے یقین ہے تو وہ آپ ہیں۔"

پورے دربار میں خاموشی چھا گئی۔ وہ بولتا گیا۔

"چار برس پہلے یہ شخص میرا سب سے قریبی دوست تھا۔ اس کے پاس ایک بنجر زمین کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ دوسرے گاؤں روزگار کی تلاش میں جانا چاہتا تھا، مگر اس کے پاس خرچ تک نہ تھا۔"

اس نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کیا۔

"اس نے مجھ سے مدد مانگی۔ میرے پاس بھی دولت کہاں تھی؟ میں نے اپنی عمر بھر کی جمع پونجی نکالی۔ کل ملا کر صرف دس اشرفیاں بنتی تھیں۔"

وہ چند لمحے رکا۔

" میں نے وہ دس اشرفیاں اسے دیں۔۔۔ اور اس کے بدلے اس نے اپنی زمین مجھے فروخت کر دی۔"

دوسرا شخص فوراً بول اٹھا۔

" جھوٹ ہے!"

سپاہیوں نے اسے خاموش کرا دیا۔ پہلا شخص دوبارہ بولا۔

"میرے سلطان! اللہ نے بارشیں برسائیں، میں نے اس بنجر زمین کو آباد کیا۔ دن رات محنت کی۔ بیج بوئے۔ فصل اگائی۔ اسی فصل سے اپنے بچوں کا بھی پیٹ پالا۔۔اور اس کے گھر والوں کا بھی۔"

اس کی آواز بھرّا گئی۔

"چار سال بعد یہ واپس آیا۔۔اور اب کہتا ہے کہ زمین واپس کر دو۔"

اس نے سلطان کی طرف دیکھا۔

"میں نے کہا، فصل پک چکی ہے۔ چند دن انتظار کر لو، فصل کاٹ کر زمین تمہیں دے دوں گا، مگر یہ اب بھی نہیں مانتا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔

سلطان نے دوسری جانب کھڑے شخص کی طرف دیکھا۔

"اب تم بیان کرو۔"

وہ فوراً آگے بڑھا۔

"میرے سلطان! یہ سچ ہے کہ میں دوسرے گاؤں گیا تھا، مگر میں نے زمین فروخت نہیں کی تھی۔"

اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"میں نے صرف دس اشرفیاں قرض لی تھیں۔ زمین گروی رکھی تھی۔ فروخت نہیں کی تھی۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"اگر میں اپنی واحد زمین ہی بیچ دیتا۔۔۔ تو واپس آکر جیتا کیسے؟"

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"اس نے میری زمین سے دولت کمائی۔۔۔ بکریوں کے ریوڑ بنا لیے۔۔۔ نیا گھر بنا لیا۔۔۔اور میں آج بھی خالی ہاتھ کھڑا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"مجھے اس کی کمائی نہیں چاہیے، میرے سلطان۔ میں صرف اپنی زمین واپس چاہتا ہوں۔"

دربار ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ سلطان نے پہلی بار نسبتاً گہری نظر سے پہلے شخص کو دیکھا۔

"تمہارے پاس کوئی گواہ ہے۔۔۔ کہ زمین فروخت ہوئی تھی؟"

یہ آواز سنتے ہی۔۔۔ گلنار کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔ یہ۔۔۔ یہ تو بالکل وہی آواز تھی۔

اب اسے اپنی سماعت پر بھی شک نہیں رہا۔

یہ شخص۔۔۔واقعی وہی تھا۔اس نے بے اختیار سلطان کی طرف دیکھا۔ اور پہلی مرتبہ اس کے دل میں ایک سوال پیدا ہوا۔۔۔ آخر جنگل میں یہ عام آدمی بن کر کیوں کھڑا تھا؟پہلا شخص بولا،

"جی میرے سلطان، مسجد کے امام اس معاہدے کے گواہ تھے۔۔۔ مگر دو ماہ پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔"

اس کی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ دوسرا شخص بے اختیار بول اٹھا،

"یہ جھوٹ بول رہا ہے، میرے سلطان!"

"امام صاحب زندہ ہیں!"

"میرا بیٹا آج بھی ان سے قرآن پڑھتا ہے!"

پورے دربار میں سرگوشیاں پھیل گئیں۔ سلطان نے خاموشی سے اس سات سالہ بچے کو اشارہ کیا۔

"ادھر آؤ۔"

بچہ ڈرتا ڈرتا آگے آیا۔ سلطان نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

"بیٹا، تم امام صاحب کے پاس پڑھتے تھے؟"

"جی، میرے سلطان۔"

"وہ کب فوت ہوئے؟"

"فوت؟" بچے نے حیرت سے پلکیں جھپکیں۔

"وہ تو زندہ ہیں۔۔۔ بس اب پہلے سے بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔"

چند لمحوں کے لیے پورا دربار ساکت ہو گیا۔ سلطان کی نگاہ آہستہ سے پہلے شخص پر جا ٹھہری۔اس کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔

سلطان نے نہ غصہ کیا۔نہ آواز بلند کی۔۔۔ صرف اتنا کہا،

"دونوں کو قید خانے لے جاؤ۔"

سپاہی آگے بڑھے۔

"میرے سلطان! معاف کر دیجیے!"

پہلا شخص چیخنے لگا۔دوسرا بھی ساتھ لے جایا جا رہا تھا۔پہلا آدمی گھبرا کر بولا،

"میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا۔۔۔ ہمارے سلطان حقیقت کی تہہ تک پہنچے بغیر کبھی فیصلہ نہیں کرتے۔اب دیکھ، تیرے جھوٹ نے ہم دونوں کو قید خانے پہنچا دیا!"

"اگر میں سچا ہوں تو مجھے ڈر کیسا؟ سلطان حق پہچان ہی لیں گے۔" دوسرا تلخی سے ہنسا۔

"تم نے امام مسجد کی موت کا جھوٹ بول کر خود اپنے لیے قید کا دروازہ کھولا ہے۔"

"اور اگر بعد میں ثابت ہو گیا کہ سچ میرے ساتھ تھا تو؟" پہلے آدمی کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"پھر ہم دونوں رہا ہو جائیں گے۔۔۔" دوسرے نے پر سکون لہجے میں جواب دیا،

"مگر اگر تیرا جھوٹ ثابت ہو گیا۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا،

"تو یاد رکھ۔۔۔ ہمارے سلطان جھوٹ سے زیادہ کسی چیز سے نفرت نہیں کرتے۔"

یہ سنتے ہی پہلے آدمی کے قدم ڈگمگا گئے۔ سپاہی انہیں قید خانے کی طرف لے گئے۔۔۔اور دربار میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

دونوں کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔ سلطان نے وزیر کی طرف دیکھا۔

"گاؤں کے امام کو پورے احترام کے ساتھ یہاں لایا جائے۔"

"اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے آنے سے معذرت کریں۔۔۔ تو ان پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔۔ صرف میرا پیغام پہنچا دینا کہ ہمیں ان کی گواہی درکار ہے۔"

وزیر نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"جو حکم، میرے سلطان۔"

دربار کی آخری عرضی بھی ختم ہو چکی تھی۔ وسیع ہال آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا۔ عام رعایا واپس جا چکی تھی۔ اب وہاں صرف وزیر، چند خاص درباری، شاہی محافظ، خالہ اماں، ماہ جبین، ملکہ اور ان کی خادمائیں موجود تھیں۔ سلطان نے اپنی نشست پر بیٹھے بیٹھے وزیر کی طرف دیکھا۔

"کوئی اور عرضی؟"

وزیر نے ادب سے سر جھکایا۔

"میرے سلطان۔۔۔ ایک لڑکی محل میں خادمہ بننے کی عرضی لے کر آئی ہے۔"

سلطان نے مختصر سا سر ہلایا۔ وزیر نے پردے کی طرف رخ کیا۔

"اگر چاہو تو پردے کے پیچھے سے عرضی پیش کر دو۔۔۔ اور اگر چاہو تو سامنے آ سکتی ہو۔"

گلنار کا دل زور سے دھڑکا۔ یہی موقع تھا۔۔۔ اگر وہ سامنے نہ گئی۔۔۔ تو شاید کبھی یقین ہی نہ آتا۔۔۔ کہ وہ شخص واقعی وہی تھا یا نہیں۔

اس نے ایک لمحہ بھی سوچے بغیر کہا،

"میں سامنے حاضر ہوں گی۔"

دربار میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سلطان کے سامنے جا کر ادب سے بیٹھ گئی۔اس کی نظریں مسلسل زمین پر جمی تھیں۔ وہ ایک بار بھی سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکی۔ دل مگر مسلسل ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔۔۔ کیا واقعی یہ وہی شخص ہے؟ وزیر نے کہا،

"اپنی عرضی بیان کرو۔"

گلنار نے بمشکل لب کھولے۔

"میرے سلطان۔۔۔ میں محل میں خادمہ بننا چاہتی ہوں۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ سلطان کی نظریں پہلی بار اس پر ٹھہریں۔ پھر اس نے نظریں وزیر کی طرف موڑتے ہوئے نہایت پرسکون لہجے میں کہا،

"عجیب بات ہے۔۔۔ کچھ لوگ اپنی پوری زندگی کا مقصد صرف خادمہ بننا بھی سمجھ لیتے ہیں۔"

وزیر خاموش رہا، سلطان نے دوبارہ گلنار کی طرف دیکھا۔

"کیا یہی تمہارا فیصلہ ہے؟"

گلنار نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔

"جی۔"

سلطان نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"لیکن۔۔۔ تم محل میں خادمہ نہیں بن سکتیں۔"

پورا دربار چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گیا۔ پردے کے پیچھے بیٹھی ماہ جبین بے اختیار چونک کر اپنی ماں، خالہ اماں، کی طرف دیکھنے لگی۔

خالہ اماں نے چند لمحے سلطان کو دیکھا، پھر نہایت ادب سے بولیں،

"میرے سلطان۔۔۔ اگر اجازت ہو تو ایک عرض کروں؟"

سلطان نے مختصر سا کہا،

"کہیے۔"

خالہ اماں بولیں،

"آخر ایک خادمہ نے خادمہ ہی بننا ہے۔ اگر اس کے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں تو اسے محل میں رہنے کی اجازت دے دیجیے۔"

سلطان نے ان کی بات خاموشی سے سنی۔ پھر نہایت پر سکون لہجے میں بولا،

"خالہ اماں۔۔۔ محل کوئی سرائے نہیں جہاں ہر آنے والے کو جگہ دے دی جائے۔"

کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ سلطان نے بات جاری رکھی۔

"اس محل میں برسوں سے وہی لوگ رہ رہے ہیں جن کی وفاداری آزمائی جا چکی ہے۔"

"میں کسی بھی انجان شخص کو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، محل میں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"مجھے نہیں معلوم یہ کون ہے۔۔ کہاں سے آئی ہے۔۔ اس کی کہانی سچ ہے یا جھوٹ۔۔ اور نہ ہی میں صرف چند الفاظ سن کر کسی پر اعتبار کر سکتا ہوں۔"

اس کی آواز پہلے کی طرح پر سکون تھی، مگر ہر لفظ حکم کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔

"اگر کل اس کی وجہ سے محل کو کوئی نقصان پہنچا۔۔ تو اس کی ذمہ داری کون لے گا؟"

کسی کے پاس جواب نہیں تھا۔ سلطان نے وزیر کی طرف دیکھا۔

"یہ شہر وسیع ہے۔۔ اگر یہ ملازمت کرنا چاہتی ہے تو کسی معزز گھر میں اس کے لیے کام کا انتظام کر دیا جائے۔"

پھر آخری جملہ کہا۔

"لیکن محل میں۔۔ کسی بھی انجان شخص کے لیے جگہ نہیں۔"

سلطان نے ایک نظر وزیر کی طرف دیکھا۔

"جب تک کوئی معتبر شخص اس عورت کی ذمہ داری لینے کے لیے تیار نہ ہو۔۔ یہ محل میں نہیں رہ سکتی"

دربار پر ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ گلنار کے ہونٹ لرزے۔۔ مگر وہ کچھ نہ بول سکی۔ وہ بھی جانتی تھی۔۔

سلطان کی بات غلط نہیں تھی۔ وہ ایک اجنبی تھی۔ جس کا نہ کوئی تعارف تھا۔۔

نہ کوئی خاندان۔۔ نہ کوئی گواہ۔۔ اور نہ ہی کوئی ایسا شخص جو اس کے کردار کی ضمانت دے سکے۔

اس کے پاس سلطان کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کی آخری امید بھی آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں کے سامنے بکھرنے لگی۔

اس نے سر جھکا لیا۔ شاید۔۔ یہاں بھی اس کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔ اور اسی لمحے۔۔ دربار کی خاموش فضا میں ایک آواز گونجی۔۔

"اگر اجازت ہو، میرے سلطان۔۔۔"

وہ نہیں جانتی تھی۔۔ کہ جس محل کے دروازے آج اس پر بند ہو رہے تھے۔۔

چند ہی دن بعد۔۔ یہی سلطان۔۔۔

اپنے ہی بنائے ہوئے اصول کے سامنے خاموش کھڑا رہ جائے گا۔

سعودی عرب سن 2026ء

صبح کا وقت تھا۔آئرین، نور کے ساتھ باہر نکلی تھی۔دونوں شہر کی طرف جا رہی تھیں۔راستے میں بازار ابھی پوری طرح آباد نہیں ہوا تھا۔کچھ دکانیں کھل رہی تھیں، کہیں تازہ روٹی کی خوشبو پھیل رہی تھی،اور کہیں دکاندار اپنی چیزیں سڑک کے کنارے سجا رہے تھے۔

اسی دوران۔۔ سڑک کے ایک کنارے بیٹھے ایک بوڑھے آدمی کی نظر اچانک آئرین پر پڑی۔اس کے ہاتھ میں پکڑی چیز وہیں رک گئی۔

وہ کافی دیر تک آئرین کو دیکھتا رہا۔۔۔پھر جیسے کسی بھولی ہوئی یاد کو ذہن میں پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس کی آنکھیں سکڑ گئیں۔وہ آئرین کے چہرے کو دیکھتا۔۔پھر نظریں ہٹا لیتا۔پھر دوبارہ اسے دیکھنے لگتا۔

آخر کار اس نے آہستہ سے آواز دی۔آئرین نے چلتے چلتے رک کر پلٹ کر دیکھا۔بوڑھا چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

پھر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹی سی مخملی پوٹلی نکالی۔اسے کھولا تو اندر ایک نہایت نفیس چاندی کا لاکٹ رکھا تھا۔

لاکٹ غیر معمولی طور پر خوبصورت تھا۔۔بوڑھے نے لاکٹ آئرین کی طرف بڑھا دیا۔

اس کی آواز میں عجیب سی جھجک تھی۔

"هل هذا لك ؟"

"کیا یہ تمہارا ہے؟"

آئرین نے حیرت سے لاکٹ دیکھا۔پھر فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"لا، لا۔۔ ليس لي"

"نہیں، نہیں۔۔ میرا نہیں ہے"

بوڑھے نے جیسے اس کے جواب پر یقین نہ کیا ہو۔وہ دوبارہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔اس کی نظریں اب بھی آئرین پر تھیں۔

چند لمحوں بعد اس نے بہت دھیمی آواز میں کہا، "ربما۔"

"شاید۔"

مگر اس کے لہجے میں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خود اپنے جواب پر یقین نہیں کر رہا۔اس نے لاکٹ دوبارہ اپنی مٹھی میں بند کر لیا۔آئرین اور نور آگے بڑھ گئیں۔

چند قدم چلنے کے بعد آئرین نے پلٹ کر ایک بار پھر اسے دیکھا۔بوڑھا اب بھی وہیں بیٹھا تھا۔اور۔۔وہ آئرین کو نہیں دیکھ رہا تھا۔

وہ اپنے ہاتھ میں بند اس لاکٹ کو دیکھ رہا تھا۔ایسے۔۔ جیسے اس کے سامنے کوئی بہت پرانی یاد دوبارہ زندہ ہو گئی ہو۔

مگر آئرین کو معلوم نہیں تھا۔۔کہ وہ بوڑھا پہلی بار اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔اور اس کے ہاتھ میں موجود وہ لاکٹ۔۔ کبھی آئرین ہی کے پاس ہوا کرتا تھا۔